میں نے آئین بنتے دیکھا

محترم الطاف حسین قریشی اور پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ نے کمال کتاب تحریر کی ہے۔قریشی صاحب سے تو بہر حال نیاز مندی ہے۔ملاقات بھی ہے اور فون پر کبھی کبھی بات بھی ہو جاتی ہے۔مگر امان اللہ صاحب' میرے لئے بالکل اجنبی ہیں۔اس نسخہ نے یہ اجنبیت بھی دور کر ڈالی ہے۔کتاب کو برادرم عبدالستار عاصم نے چھاپا ہے۔میرے خیال میں تو عاصم صاحب پر بھی کتاب لکھی جانی چاہیئے۔کیونکہ وہ بلاشبہ ایک نایاب کام سرانجام دے رہے ہیں۔اس نسخہ کا عنوان تو میں نے لکھ ہی دیا ہے۔مگر تقریب رونمائی میں شریک نہ ہو پایا۔وجہ خانگی مصروفیت تھی۔جسے قطعاً التوا میں نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔خواہش ضرور تھی کہ میں پنجاب یونیورسٹی میں منعقدہ اس تقریب میں ضرور شرکت کروں۔''اس تحریر کو منسوب بھی نئی نسل کے نام کیا گیا ہے۔ جو قانون کی حکمرانی کا بول بالا کرنے میں سنجیدہ نظر آتی ہے۔''کتاب سے چند اقتباسات سامنے رکھتا ہوں۔

وائسرائے سے مسلم زعما کی پہلی ملاقات:-اس امید بھرے ماحول کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نواب آف ڈھاکہ سلیم اللہ بہادر نے وائسرائے کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔وہ آئے اور اس علاقے کے عمائدین سے ملے۔یہ مسلم زعما کا وائسرائے ہند سے پہلا رابطہ تھا۔ اس ملاقات میں اہم سیاسی اور قانونی مسائل پر تفصیلی تبادلۂ خیال ہوا اور کسی قدر مفاہمت کی فضا پیدا ہوئی اور ملاقاتوں کا سلسلہ آگے بڑھا۔

نواب سلیم اللہ بہادر کی تاریخی خدمات:-جون 1964ء میں شاہ باغ ہوٹل ڈھاکہ میں مولانا اکرم خاں سے میری ملاقات ہوئی جنہوں نے 1906ء میں محمڈن ایجوکیشنل سالانہ کانفرنس میں شرکت کی تھی۔انہوں نے بتایا کہ نواب سلیم اللہ بہادر نے دو ہزار مندوبین کے تمام اخراجات خود برداشت کئے جو چھ لاکھ روپے سے متجاوز کر گئے تھے' وہ آج کے کروڑوں کے برابر ہیں۔نواب صاحب نے ڈھاکہ یونیورسٹی کے لئے زمین بھی وقف کی اور یہ شرط رکھی کہ اس میں اسلامی علوم کی تدریس لازم ہوگی۔یونیورسٹی کے ہر ہاسٹل کے لئے مؤذن مقرر کیے گئے جن میں باجماعت نماز ادا کی جاتی تھی۔اجلاس کے آخر میں نواب سلیم اللہ نے مسلمانوں کی سیاسی جماعت قائم کرنے کی قرارداد پیش کی۔اس کا نام ''آل انڈیا مسلم کانفیڈریسی'' تجویز کیا جس کی مولانا محمد علی جوہر' حکیم اجمل خان' اور مولانا ظفر علی خان نے دوسرے رہنماؤں کے ساتھ تائید کی۔اس طرح مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے ایک الگ سیاسی جماعت وجود میں آئی جسے ایک سال بعد آل انڈیا مسلم لیگ کا نام دیا گیا۔

مسٹر جناح کو ''قائداعظم'' کا عوامی خطاب:-محمد علی جناح کی ملی خدمات کا اعتراف مختلف شکلوں میں ہونے لگا۔جلسوں میں ان کے حق میں نعرے لگ رہے تھے اور عوام وخواص کی زبان پر ان کے لئے قائداعظم کا خطاب بے اختیار آنے لگا۔مختلف کتب کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ مسلمانوں نے 1935ء سے انہیں 'قائداعظم' کہنا شروع کر دیا تھا۔معروف صحافی جناب عبدالمجید سالک نے اپنی تصنیف 'سرگزشت' میں لکھا ہے کہ لاہور سے تعلق رکھنے والے تحریک خلافت کے ایک پرانے کارکن میاں فیروز الدین نے مسلم لیگ کے جلسوں میں 'قائداعظم زندہ باد' کے نعرے لگا کر اس خطاب کو مقبول بنایا۔قائداعظم کے پرائیویٹ سیکرٹری مطلوب الحسن سید نے اپنی تصنیف Mohammad Ali Jinnah: A Political Study میں تحریر کیا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ اکتوبر 1937ء میں مولانا ظفر علی خاں نے محمد علی جناح کو قائداعظم کے خطاب سے مخاطب کیا۔اسی طرح وزیراعظم پنجاب سر سکندر حیات خاں نے اپریل 1938ء میں کلکتہ میں اپنی ایک تقریر کے دوران بار بار مسٹر جناح کے لئے 'قائداعظم' کا خطاب استعمال کیا۔الغرض 1938ء کے اوائل تک محمد علی جناح کے لئے قائداعظم کا خطاب عام ہو گیا تھا۔اسی ماحول میں گاندھی نے مسٹر جناح کے نام ایک خط میں انہیں 'مائی ڈیئر قائداعظم' لکھا۔

قرارداد کی تیاری میں انگریزوں کا خفیہ ہاتھ؟:-قرارداد لاہور جب منظور ہوئی' تو میں اس وقت سرسہ میں چوتھی جماعت کا طالب علم تھا۔وہاں طلبہ اور اساتذہ زیادہ تر غیر مسلم تھے۔قرارداد لاہور کی منظوری کی خبر ہمارے شہر میں ایک روز بعد پہنچی۔ہندو پریس نے اسے قرارداد پاکستان کا نام دے کر یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ یہ قرارداد انگریزوں نے منظور کروائی ہے' تاکہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو لڑوا کر حکومت کرتے رہیں۔ ان کے جواب میں اپنے ہم جماعتوں سے کہتا کہ انگریز تو اپنے مفاد کے لئے ہندوستان کو متحد رکھنا چاہتا ہے۔طلبہ اپنی خفگی کا اظہار کرتے اور یہ بھی کہتے رہے کہ تم ہماری گاؤ ماتا کے ٹکڑے کرنا چاہتے ہو۔میں نے شدت سے محسوس کیا کہ قرارداد لاہور کی منظوری کے بعد میرے ہم جماعتوں اور ان کے بڑوں کا رویہ یکسر بدل چکا ہے اور اس میں بڑی تلخی غالب آ گئی ہے۔اس کے بعد سات سال شدید کھچاؤ میں گزرے۔جوں جوں ہندوستان کی تقسیم کا مرحلہ قریب آتا گیا' ہندو دہشت پسند تنظیموں نے اکھاڑوں میں نوجوانوں کو مار دھاڑ کی ٹریننگ دینا شروع کر دی۔

پاکستان کی کانٹ چھانٹ کی سازشیں:-قانون آزادی ہند کی منظوری کے بعد غیر مسلم قیادتوں کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے اور وہ پاکستان کو سٹریٹجک علاقوں سے محروم کرنے کی سازش میں پہلے سے کہیں زیادہ متحرک ہو گئیں۔کانگریس کی برہمن قیادت نے عوام کو دھوکا دینے کے لئے دو مسلم اشخاص کا انتخاب کیا اور ان کے ذریعے یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی کہ کانگریس میں تو مسلمانوں کی بڑی اور انقلابی شخصیتیں شامل ہیں۔مولانا ابوالکلام آزاد کا مسلمانوں میں بڑا احترام پایا جاتا تھا' ان کی تحریروں نے قوم کو جگایا اور انہیں سیاسی طور پر بیدار کرنے میں زبردست کردار ادا کیا تھا۔وہ مسلسل پانچ سال کانگریس کے صدر منتخب کیے جاتے رہے۔البتہ 1946ء میں انہیں اس وقت بے دست و پا کر دیا گیا جب ہندوستان کی قسمت کے فیصلے ہونے والے تھے۔ان کی جگہ سیاسی مقصد کے لئے خان عبدالغفار خان کو غیر معمولی اہمیت دی گئی جو صوبۂ سرحد میں سرخ پوش تحریک کے سربراہ تھے۔

تقریب حلف برداری:-15 اگست کو قائداعظم نے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔انہیں جو حلف نامہ بھیجا گیا تھا' اس میں شاہ جارج ششم سے وفاداری کے الفاظ درج تھے۔روزنامہ 'ڈان' نے قائداعظم کے مشورے سے اداریہ لکھا اور یہ نکتہ اٹھایا کہ پاکستان کے گورنر جنرل کو صرف آئین پاکستان کا وفادار ہونا چاہیئے' چنانچہ حلف نامے میں ترمیم کی گئی اور ایک درمیانی راستہ نکالا گیا۔قانون کے تحت نافذ شدہ آئین پاکستان سے وفاداری کے بعد شاہ جارج ششم کے الفاظ بھی درج تھے۔15 اگست کو جمعتہ الوداع تھا۔گورنر جنرل کی تقریب حلف وفاداری گورنمنٹ ہاؤس کراچی میں ہوئی۔قائداعظم ریشمی شیروانی میں ملبوس تھے۔تقریب کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جس کی سعادت سندھ کے وزیر تعلیم جناب الٰہی بخش کے حصے میں آئی۔قائداعظم کی اجازت سے کابینہ کے سیکرٹری جنرل چوہدری محمد علی نے تاج برطانیہ کا حکم نامہ پڑھ کر سنایا جس میں محمد علی جناح' پاکستان کے گورنر جنرل مقرر کیے گئے تھے۔اس کے بعد لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر عبدالرشید نے قائداعظم سے ساڑھے نو بجے صبح حلف لیا۔اس کے بعد وہ اپنی نشست پر بیٹھ گئے اور بعد میں انہوں نے وزیراعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خاں اور سات رکنی کابینہ سے حلف لیا۔پوری فضا نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی۔

اس تقریب حلف وفاداری میں قائداعظم نے چین کے صدر مارشل شیانگ کائی شیک اور فرانس کے صدر ونسٹنٹ اوریول کے تہنیتی پیغام پڑھ کر سنائے۔فضا میں پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرا رہا تھا۔کروڑوں مسلمانوں نے جمعے کی نماز کے ساتھ آزادی حاصل ہونے پر شکرانے کی نماز ادا کی۔ خوش قسمتی سے اسی رات ہزاروں مہینوں سے بہتر لیلۃ القدر جلوہ گر ہوئی۔اسلامی برادر ملک ایران نے سب سے پہلے آزاد اور خود مختار پاکستان کو تسلیم کیا۔نوے برسوں پر محیط آئینی اور سیاسی جدوجہد برصغیر کے مسلمانوں کو غلامی سے نکال کر آزادی کی بیش بہا نعمت سے سرفراز کر گئی۔

قریشی صاحب اور امان اللہ صاحب نے کتاب تحریر فرما کر ہمیں بتانے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ پاکستان کتنی مشکلات سے بنا اور قائداعظم کی فراست کے بغیر یہ عظیم کام ممکن ہی نہیں تھا۔